ملکی معاشی استحکام کے لیے حکمتِ عملی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

STRATEGY FOR COUNTRY'S ECONOMIC STABILITY IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI

Dr Haseen Bano
Chairperson, Department of Hadees &Seerat,
Metropolitan University Karachi
Email: b_haseen@Yahoo.com

Bano, Haseen "**Strategy for Country's Economic Stability in the light of Seerat-un-Nabi"**
Al-Raheeq International Research Journal Vol *3*, Issue. 1 (June 30, 2024). Pg. No: 46-80

Journal	Al-Raheeq International research Journal
Journal homepage	https://alraheeqirj.com
Publisher	Al Madni Welfare Trust
License:	Copyright c 2023 NC-SA 4.0 www.alraheeqirj.com
Published online:	2024-04-29
ISSN No:	
Print version:	2959-7005
Online version:	2959-7013

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

ملکی معاشی استحکام کے لیے حکمتِ عملی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

STRATEGY FOR COUNTRY'S ECONOMIC STABILITY IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI

Abstract:

Islamic economic system is a unique system, that is differ from Capitalism and communism, the modern economic systems of the world. As these systems have nothing to do with the spiritual values and revelations, not convinced and bound by any philosophy or religious code of haram and halal, Legitimate or illegitimate. Islam has a particular perspective and attitude towards worldly possessions and economic activities. This article elaborates the Islamic perspective of earning and spending, also describes the economic codes and laws for a prosper and progressive society. Islam did not encourage unfettered economic freedom, which harm and exploit others, interfere others economic dignity and affect the profit and loss of others in society. So along with the economic freedom, Islam also set some rules and regulations for the economic protection of individuals and communities. If these principles are ignored or misused in the name of freedom, the

same destruction will happen in the society that happened in ancient time of Qarun, Haman and Pharaoh.

Keywords: Economy, Philosophy, rules and regulations, principles, Islamic

تمہید:

انسان کو معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے۔اس کی بہت سی معاشرتی ضروریات ہیں جن کو پورا کرنے کی خاطر اس کا معاشرے میں رہنا اور میل جول رکھنا ضروری ہے،یہ ضروریات زیادہ تر مادی ہیں اور مادی ضروریات پورا کرنے لے لئے انسان جو جدوجہد کرتا ہے وہ معاشی جدوجہد کہلاتی ہیں اور چونکہ انسان کی ضروریات وحاجات لامحدود ہیں جب کہ اس کے وسائل اور ذرائع محدود ہیں اسی لئے وہ ان کے محدود ذرائع سے لامحدود خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی انسان کا معاشی مسئلہ ہے کہ وہ کس طرح محدود ذرائع سے اپنی لامحدود ضروریات پوری کرے۔

ہر انسان کی آرزو ہوتی ہے کہ وہ آسودہ زندگی گذارے اور اس لئے اس کی ساری بھاگ دوڑ یا سر گرمیاں فکرِ معاش کے لئے ہوتی ہیں اس کے لئے صدیوں سے نعرہ چلتا ہوا آرہا ہے روٹی کپڑا اور مکان، مگر آج کی فکرِ معاش میں صرف یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی کچھ دیگر ضروریات بھی ہیں مثلاً تعلیم، طبّی سہولیات اور تفریح وغیرہ ان تمام مسائل کا حل معاشیات میں ہیں سب سے پہلے ہم اس لفظ کو سمجھتے ہیں۔

معیشت کا معنی و مفہوم:

لفظ "معاشیات جمع ہے اس کی واحد معاش ہے،یہ عربی زبان کا لفظ "عاش" سے ماخوذ ہے اس کا معنی زندہ رہنا،بعض ماہرین کے مطابق یہ "عیش" سے ماخوذ ہے جس کا معنی خوراک،رزق و گزران کے آتے ہیں "علامہ ابن منظور افریقیؒ "العیش" سے متعلق لکھتے ہیں کہ؛

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

"العيش الحياة، عاش عيشا وعيشة والمعيشة ما يعاش به"[1]

"العیش "کا معنی زندگی کے ہے یہ عاش یعیش عیشا وعیشۃ سے نکلا ہے اور معیشت سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے زندگی بسر کی جاسکے"۔

امام راغب اصفہانیؒ لفظ "عیش" کی وضاحت اس انداز میں کرتے ہیں:

"العيش" الحياة المختصه بالحيوان وهو اخص من الحياة لان الحياة تقال فى الحيوان وفى البارى تعالىٰ وفى الملك ، ويشتق منه المعيشة لما يتعيش منه"[2]

ترجمہ "العیش "اس حیات وزندگی کو کہتے ہیں جو حیوانات کے ساتھ خاص ہے اس کا مدمقابل لفظ حیاۃ ہے کیونکہ "الحیاۃ" لا لفظ حیوان، باری تعالیٰ ملائکہ سب کے لیے استعمال ہوتا ہے اور "العیش " سے لفظ معیشت نکلا ہے، (جس کا معنی سامانِ زیست، کھانے پینے کے وہ تمام اشیاء) جن پر زندگی گزاری جاسکتی ہے"

صاحب فیروز اللغات اس کے متعلق لکھتے ہیں: زندگی، زندگانی، زیست، حیات، عیش روزگار، روزی"[3]

معاش یا معیشت تلاش رزق کی آزادانہ جدوجہد کا نام ہے۔ عربی زبان میں 'عیش' زندگی گزارنے کو کہتے ہیں اور 'معاش زندگی' گزارنے کے وسائل کو حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ تاریخ اور عمرانیات کے نامور عالم ابن خلدون کہتے ہیں:

اِنَّ الْمَعَاشَ هُوَ ابْتِغَاءُ الرِّزْقِ وَالسَّعْيُ فِيْ تَحْصِيْلِه،[4]

ترجمہ: معاش رزق تلاش کرنے اور اس کے حصول میں دوڑ دھوپ کرنے کا نام ہے۔

---

[1]ابن منظور افریقی، ابوالفضل، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر بیروت لبنان، 2010ء 321/6

[2]اصفہانی، امام راغب، المحقق صفوان عدنان داودی، دار القلم، دمشق، مصر، 2009ء، ص 5963[2]

[3]الحاج فیروز الدین، فیروز اینڈ سنز، لاہور، راولپنڈی، کراچی 2005ء، ص 1238

[4]ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ، ص ۴۶۳، قاہرہ ۲۰۰۴ء

لغات القرآن میں لفظ معیشت کو کس طرح بیان کیا گیا ہے:

لغات القرآن کے مؤلف مولانا عبدالرشید نعمانیؒ لفظ "عیش" سے متعلق رقم طراز ہیں: "عیش یعیش عیشۃ" سے نکلا ہے عیشۃ کا مطلب زندگی گزارنا ہے"[5] قاموس المحیط کے مؤلف علامہ فیروز آبادی اس کے حوالے سے یوں وضاحت کرتے ہیں:

"العیشة التی تعیش بها من المطعم والمشرب وما تکون به الحیاة وما یعاش به"[6]

ترجمہ "معیشت سے مراد کھانے پینے کے وہ تمام ذرائع ہیں جن پر زندگی کا دار و مدار ہوتا ہے اور جن کے ذریعے زندگی بسر کی جاتی ہے۔"

وارث سرہندی اس لفظ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "معاش سے مراد رزق، روزی، کفاف، روزگار، بسر اوقات، خوارک اور قوت ہے اور معاشیات کا مطلب پیداوار اور تقسیم دولت ہے۔"[7]

"بطور خلاصہ کے لفظ معاشیات کے معنی کھانے پینے سے متعلقہ مسائل ہیں جن پر حیاتِ انسانی کا دار و مدار ہے، اس کو ذریعہ زندگی بھی کہہ سکتے ہیں، جس کے لیے دولت کا ہونا ضروری ہے لہٰذا مال و دولت سے متعلق مسائل، ذرائع پیداوار اور تقسیمِ دولت سب معاشیات کے مسائل میں شامل و داخل ہیں"۔[8]

معاشیات کی حقیقت یہی ہے کہ یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے کیوں کہ انسان کی خواہشات لامحدود اور ذرائع محدود ہیں اس وجہ سے انسان کہ ایک خاص مسئلہ کا سامنا ہوتا ہے جس کو ہم معاشی مسئلہ کہتے ہیں اور اس مسئلہ کو حل کرنے کے جو رویہ ہم اختیار کرتے ہیں اس کو معاشی رویہ کہا جاتا ہے یعنی وہ خواہشات میں انتخاب اور ذرائع میں

---

[5] نعمانی، عبدالرشید، مولانا، لغات القرآن، دارالاشاعت کراچی، اپریل 2007ء، 383/3
[6] فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 2005ء، 291/1
[7] وارث سرہندی، قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 2001ء، ص، 1002
[8] غلام صفورا، اسلام اور جدید نظام، معیشت میں امداد باہمی کا تصور (ایک تحقیقی اور تقابلی جائزہ) پی، ایچ، ڈی مقالہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، سیشن 2011-2018ء، ص، 2

متبادل طریقے اس طرح استعمال میں لاتا ہے کہ وہ اپنے محدود وسائل میں لا محدود خواہشات کو پورا کر سکے انسانی طرزِ عمل کے اسی پہلو کا نام "معاشیات" ہے۔ معاشیات کے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے پروفیسر مولینڈ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اس علم میں دولت کی پیدائش اس کے صرف اور اس کی تقسیم کے قوانین سے بحث کی جاتی ہیں بالفاظِ دیگر یہ علم وضاحت کرتا کہ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر افراد و قوم دولت کماتی اور اس کو کام میں لاتی ہیں"۔[9]

غلام باری معاشیات کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح واضح کرتے ہیں:

"معاشیات معیشت کا علم ہے ایک ایسا علم جس میں معیشت کا مطالعہ اس نظر کیا جاتا ہے کہ انسانی ضروریات بے شمار ہیں لیکن اس کے وسائل محدود ہیں، انسان کے وہ اعمال جو ضرورت رفع کرنے کے وسائل کی دستیابی میں کیے جائیں معیشت کہلاتی ہیں"[10]

مولانا مودودیؒ معاشیات کا اصطلاحی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

"علم معاشیات میں انسان دولت کے بارے میں واقفیت حاصل کرتا ہے، یعنی یہ علم اکتساب دولت کی طرف رہنمائی کرتا ہے"۔[11]

علم معاشیات کی اصلاحی تعریف کے بارے میں حفیظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں: "علم معاشیات ان وسائل کے مطالعہ کرنے کا نام ہے، جس سے آدمی اپنی احتیاجات پوری کرتا ہے۔ ضرورتِ زندگی حاصل کرتا ہے، گویا

---

[9] پروفیسر مورلینڈ، مقدمہ معاشیات (مترجم محمد الیاس برنی، مولوی) ادارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ہندوستانی، 1923ء، ص، 2، مزید تفصیل کے لیے دیکھئے جامع اللغات خواجہ عبدالحمید، اردو سائنس بورڈ اپر مال روڈ لاہور، 1989ء، ص، 689، جدید اردو لغت ندیم اشرف، مقتدرہ قومی اردو زبان پاکستان، 2000ء، ص، 270، جواہر اللغات پروفیسر بشیر احمد صدیقی، کتابستان پبلیشنگ کمپنی، لاہور، ص، 689، نور اللغات مولوی نور الحسن، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 1994ء، 1583/2۔

[10] غلام باری، معاشیات کا مطالعہ، مکتبہ اردو لاہور، اپریل 1949ء، ص، 9۔

[11] مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، معاشیاتِ اسلام، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، دسمبر 1969ء، ص، 93۔

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

نفرادی طور پر دراصل یہ ان انسانی کوششوں کا نام ہے جو حصول زر کے لئے وسائل کی دریافت ان کے اسر عمال اور افرادی قوت کی مادی فلاح و بہبود کے لئے کی جاتی ہے۔[12] بعض حضرات نے یہ تعریف بھی کی ہے:

"وہ علم جو اکتساب رزق کی وسیع سعی جد و جہد کے اصولوں کے مختلف تجربوں، اس کام میں کرنے والے قوانین (سلسلہ ہائے علت و معلول) اور اس کے متعلقہ اداروں اور تنظیموں سے بحث کرتا ہے"۔[13]

"درحقیقت معاشیات کی بنیاد اس پر ہے کہ انسانی خواہشات لامحدود اور ذرائع محدود ہیں اس وجہ سے انسان کو ایک خاص مسئلے کا سامنا ہے جسے معاشی مسائل کا نام دیا جا سکتا ہے، اس مسئلے کی حل تلاش کرنے کے لیے جو طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے اسے معاشی رویہ کہتے ہیں، یعنی وہ خواہشات میں انتخاب اور ذرائع میں متبادل طریقے اس طرح استعمال میں لاتا ہے کہ اپنے محدود وسائل سے لامحدود خواہشات کو پورا کر سکے انسانی طرز عمل کے اسی پہلو کا نام معاشیات ہے"۔[14]

اقتصادیات کا معنی و مفہوم:

"الاقتصاد" کا مادہ قصد (یعنی ق، ص، د) ہے اور اس کے معنی ہیں کسی بھی معاملے میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرنا جیسا کہ لغت کے مشہور امام علامہ ابن منظور افریقی نے ذکر کیا ہے:

"القصد فی المیعشة ان لایسرف و لا یقتر"[15] ترجمہ "معیشت میں قصد کا معنی یہ ہے کہ اسراف اور بخل (دونوں) سے بچا جائے"۔

امام راغب اصفہانی نے "قصد" کے مادہ سے مندرجہ ذیل معنی بیان کیے ہیں:

---

[12] سیوہاروی، حفیظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الہند اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص: 17

[13] موجودہ اقتصادی پروگرام اور اسلامی حکمت عملی، اقتصادی کمیٹی جماعت اسلامی کی مرتب کردہ رپورٹ، شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی، لاہور، ص، 22۔

[14] غلام صفور الایضاً، ص، 20۔

[15]۔ ابن منظور افریقی، ایضاً، 354/3

"القصد: استقامة الطریق یقال قصدہ ای نحوت نحوہ ومنہ الاقتصاد"[16]

ترجمہ "القصد کا معنی راستے کا سیدھا ہونا ہے، کہا جاتا ہے کہ "قصدت قصدہ" یعنی اس نے قصد اور سیدھا اس کی طرف گیا اور قصد ہی سے اقتصاد ہے"۔

النھایہ میں ہے: "القصد من الامور المعتدل الذی لا لایمیل الی احد طرفی التفریط والافراط"[17]

ترجمہ "قصد ان معتدل امور میں سے ہے جو افراط و تفریط میں کسی ایک جانب مائل نہ ہو"۔

الصحاح میں قصد میں اس طرح مذکور ہے: "القصد: بین الاسراف والتقیر"[18]

ترجمہ "اسراف اور بخل کی درمیانی راہ (راہ اعتدال) کو قصد کہتے ہیں"۔ لغوی اعتبار سے اقتصاد کا مطلب راہ اعتدال ہے۔

اقتصادیات کے اصطلاحی معنی کے حوالے احمد شرباصی رقم طراز ہیں:

"علم یبحث فی کل مایتعلق بالثروۃ والمال التکسب ولانفاق ولاقتصاد یبحث ایضا فی مسائل الانتاج والاستثمار ومسائل الانتفاع الخدمات ومسائل الغنی والفقر"[19]

ترجمہ "علم اقتصاد ایسا علم ہے کہ جس میں ہر اس شے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے جو مال، رزق کمانے، کسی کا مالک ہونے اور خرچ کرنے سے تعلق رکھتی ہے اور علم الاقتصاد پیداوار مال بڑھانے کے مسائل، نفع حاصل کرنے اور خدمات فراہم کے مسائل، معاشی خوشحالی اور فقر (یعنی معاشی تنگدستی) کے مسائل سے بحث کرتا ہے"

---

[16]۔امام راغب اصفہانی، ایضا، 674/1

[17]ابن اثیر، مجدالدین مبارک، محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، لبنان، 1339ھ، 523/4

[18]۔الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح فی اللغۃ، دار الحضارۃ العربیۃ، بیروت، لبنان، س،ن، 24/2

[19]۔احمد شرباصی، المعجم الاقتصادی الاسلامی، دار احیل، بیروت، لبنان، 1981ء، ص، 1260۔

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

معیشت کی تعریف مفکرین کی نظر میں:

علامہ ماوردیؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الاحکام السطانیہ" میں اقتصاد کی بنیاد مال کو قرار دیتے ہوئے مال کی وضاحت ان الفاظ میں ذکر کی ہے:

"لان اللہ تبارک وتعالیٰ جعلھا قوّاما للابدان وتلواً للانفس وسببا لبقاء للاجسام وحیاۃالبشر وآلۃ لطلب المعانی واداۃ لنیل لامانی وزینۃ للحیاۃ وطریقا الی النجاۃ فی لاُخرۃ ولأولی"۔[20]

ترجمہ "مال کی بحث کرنا اس لیے اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (اموال) کو بدنوں کے لئے بڑھوتی کا ذریعہ ، جسموں کی بقاء اور انسانی زندگی کی بقا کا سبب بنایا ہے، (اس کے علاوہ) عظمتوں کے حصول کا ذریعہ (جائز) خواہشات کی تکمیل کا سامان، دنیاوی زندگی اور دنیا و آخرت میں نجات کا راستہ بنایا ہے"

امام غزالیؒ نے معاشیات کی تعریف کیمیائے سعادت میں ان الفاظ میں نقل کی ہے:

"دنیا ہر میں رہنا بغیر کھائے پیئے ممکن نہیں ہے تو یہاں رہ کر کمانا بہت اہم ہے لہٰذا کمائی کرنے کے درست ذرائع کا ادراک ہونا چاہیے"۔[21]

علامہ ابن خلدون نے معاشیات کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"ان المعاش ھو عبارۃ عن ابتغاء الرزق والسعی فی تحصیلہ"[22]

ترجمہ "معاش رزق کی تلاش اور اس کے حصول کی جدوجہد اور کوشش کا نام ہے"

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک معاشیات:

---

[20] الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السطانیہ ولولایات الدینیہ، دار الحدیث، القاہرۃ، مصر، 2006، ص، 203۔

[21] امام غزالیؒ، ابو حامد، محمد بن محمد غزالی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س، ن، ص، 46۔

[22] ابن خلدون، عبدالرحمن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، دار الفکر بیروت لبنان، 2001ء، ص، 481۔

"هو الحكمة الباحثة عن كيفية اقامة المعاملات والمعاونات والاكتساب على الارتفاق الثاني"۔[23]

ترجمہ "ارتفاق ثانی کے بارے معاشرے کے افراد کے ایک دوسرے کے تبادلے (معاملات) آپس میں امدادی باہمی اور معاشی مسائل اور آمدن سے متعلق مطالعہ کو معیشت کہتے ہیں"۔

پروفیسر رابنز (Robbins) معاشیات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"Economics is the science that studies human behavior as relationship between ends and scarce means with alternative uses"[24]

"معاشیات انسان کے اس طرزِ عمل کا مطالعہ کرتی ہے جو خواہشات کے بے شمار اور ذرائع کے محدود ہونے کی بناپر اختیار کیا جاتا ہے جبکہ یہ ذرائع متبادل مقاصد کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں"

معاشی نظام کا مفہوم:

"انسان کو چونکہ معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے، اس کی بہت سی معاشرتی ضروریات ہیں جن کو پورا کرنے کی خاطر اس کا معاشرے میں رہنا ضروری ہے، یہ ضروریات زیادہ تر مادی ہیں اور مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انسان جو جدوجہد کرتا ہے وہ معاشی جدوجہد کہلاتی ہے، چونکہ انسان کی ضروریات وحاجات لا متناہی ہیں جبکہ اس کے وسائل وذرائع محدود ہیں اسی لیے ان محدود ذرائع سے لامحدود خواہشات کی تکمیل کرنے کی سعی کرتا ہے، یہی انسان کا معاشی مسئلہ ہے کہ وہ کس طرح محدود ذرائع سے اپنے لامحدود ضروریات کو پورا کرے اس معاشی مسئلے کو حل کرنے

[23] دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، دار الجیل، بیروت، لبنان، 2005ء ص، 43۔

[24] The Nature and Significance of Economics Science, Robbins Lionel, McMillan London, 1949, Pg16

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

کے لیے مختلف معاشی نظام وجود میں آئے ہیں،یعنی معاشی نظام وہ تمام قوانین،ادارے ورسم ورواج ہیں جن کے تحت کسی ملک یا کسی معاشرے کو یہ بنیادی فیصلے کرنے ہوتے ہیں کہ کون سی اشیاء پیدا کی جائیں؟ان کی مقدار کیا ہونا چاہیے؟اور کس کے لیے پیدا کی جائیں؟یہ بنیادی فیصلے ہی دراصل معاشی مسائل ہیں جو ہر معاشرے کو درپیش ہوتے ہیں،بالالفاظ دیگر معاشی نظام اسے مراد مختلف پیداواروں کا ایسا مربوط سلسلہ ہے جس کی بدولت کسی ملک کے لوگ اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے اشیاوخدمات پیدا کرتے ہیں اس کو معاشرے کی تنظیم یا معاشی نظام کا نام دیا جاتا ہے"۔[25]

پروفیسر مبارک علی نے معاشی نظام کی تعریف یہ نقل کی ہے:

"ایک منظم مہذب معاشرے میں افراد کو اپنی معاشی سرگرمیاں سرانجام دینے کے لیے چند معینہ مجوزہ اصول وضوابط کی پابندی کرنی پڑتی ہے جن کا تعلق افراد معاشرہ کے رسم ورواج،عادات وخصائل اور نظریۂ حیات سے متعلقہ تصورات سے ہوتا ہے ایک معاشی نظام میں ایسے ہی اصول وضوابط پر مشتمل معاشی تنظیم کہلاتی ہے"۔[26]

بعض نے یہ تعریف بیان کی ہے:

"معاشی نظام پیدائش دولت،تقسیم دولت،تبادلہ دولت اور اشیا خدمات کے صرف اور مصروف افراد کے منظم باہمی ربط کا نام ہے"۔[27]

"ہر ایک متنفس میں یہ فطری جذبہ موجود ہے کہ اس کو خداتعالیٰ کی بخشی ہوئی قوت اور زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہئے مگر انسان کے افراط کا یہ جذبہ معاش وحیات کے وسائل کی کشاکش میں ایکدوسرے سے ٹکراتا ہے اس لئے قانونِ فطرت ہر ایک انسان کو اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو ایک صالح معاشی نظام

---

[25] غلام صفور االیضاً،ص،43۔
[26] مبارک علی،پروفیسر،تعارف معاشیات،کفایت اکیڈمی کراچی،1983،ص،46۔
[27] ڈار،عبدالحمید،پروفیسر،اسلامی معاشیات،علمی کتب خانہ لاہور،2007ء،ص،84

کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد عدل اور حق معیشت کی مساوات پر قائم ہو اور اس کو ایسے انضباط میں رکھنا چاہتا ہے جس میں نہ بالکل مجبور کیا جائے اور نہ بالکل آزاد اور مختار چھوڑا جائے"۔[28]

معیشت کی ضرورت واہمیت

اس دینوی زندگی میں معاشیات کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نا قابل فہم بات ہیں، ہر فرد کے لیے معاشی انصاف کے بغیر سیاسی اور معاشرتی آزادی بے معنی ہو جاتی ہے، کسی بھی معاشرے کے لیے معاشی انصاف کے بغیر سکون سلامتی اور یک جہتی کا حصول ناممکن رہتا ہے، انسان اس حقیقت کے شعور پر بھی بے تاب اور بے قرار ہے کہ دنیا میں دولت کی کثرت وسائل پیداوار میں حیرت انگیز ترقی اور بے مثال معاشی ترقی کے باوجود کنگال پن، مالی محتاجی، بے روزگاری اور معاشی ومعاشرتی ظلم کا دردورہ ہے، آج بھی دنیا میں انسانی آبادی کا اکثر حصہ اپنے نان شبینہ کا محتاج ہے، تنگ دستی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے، ان کے پاس نہ پیٹ بھرنے کو روٹی ہے نہ بدن پوشیدہ رکھنے کیلئے ان کے پاس کپڑے ہیں اور نہ سر ڈھانپنے کو معقول مسکن، آخر کار ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اور ہم تمام ترقی کے باوجود مجموعی طور پر خوش حالی سے کیوں محروم ہے، معاشی ترقی حقیقی انسانی فوز وفلاح کا باعث کیوں نہیں ہوئی، جب ہم ان مسائل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں لازما معاشی نظام کے مسئلہ پر اور ان اصولوں پر جن کی بنیاد پر معاشی زندگی کو مرتب کیا جاتا ہے، سوچنا ہوگا۔

معاشیات کی ضرورت اور اہمیت کو ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہیں انسانی زندگی کا دار ومدار اسی معاشیات پر ہیں، معاشیات کسی بھی انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہیں، جس طرح اگر کسی انسان کی ریڑھ کی ہڈی مضبوط اور مستحکم ہوگا، وہ اپنی تمام ضروریات زندگی کو احسن طریقے سے تکمیل تک پہنچا دیتا ہیں بلکہ اسی

[28] مولانا سید امین الحق، اسلام کا معاشی نظام اور معاشی نظریات، شعبہ تعلیم ومطبوعات محکمہ اوقاف لاہور، ص،۷۹

طرح انسانی زندگی کی خوشحالی اور اس کی معاشی حالات پر ہوگا ایسا ہی ہمیں اللہ تعالی نے اپنے مقدس کتاب (قرآن مجید) میں معاش کے حوالہ سے بہت بہترین درس دیا ہے

"ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار"[29]

ترجمہ": اے ہمارے پروردگار دے دیں دنیا میں بھی بہترین عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی"

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں "حسنہ" کا لفظ تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں اور بھلائیوں کو شامل ہے، مثلا دنیا کی حسنہ میں بدن کی صحت، اہل وعیال کی صحت، رزق حلال میں وسعت و برکت دینوی سب ضروریات کا پورا ہونا شامل ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ان جاہل درویشوں کی بھی اصلاح کی گئی ہیں جو صرف آخرت ہی کی دعا مانگنے کو عبادت جانتے ہیں اور کہتے ہے کہ ہمیں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ درحقیقت یہ ان کا دعوی اور خیال خام ہی انسان اپنے وجود اور بقاء اور عبادت وطاعت سب میں ضروریات دینوی کا محتاج ہے، وہ نہ ہوں تو دین کا بھی کوئی کام کرنا مشکل ہے، اسی لیئے انبیاء علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ جس طرح وہ آخرت کی بھلائی اور بہتری اللہ تعالی سے مانگتے ہیں، اس طرح دنیا کی بھلائی اور آسائش بھی طلب کرنا چاہئے جو شخص دنیوی حاجات کے لیئے دعا مانگنے کو زہدو بزرگی کے خلاف سمجھے وہ مقام انبیاء علیہ السلام سے بے خبر اور جاہل ہے۔[30]

مولانا محمد طاسین معاشیات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دور حاضر کو معاشیات کا دور کہا جاتا ہے شاید اس وجہ سے کہ اس دور میں زندگی کے معاشی پہلو اور اقتصادی شعبے کو جس قدر اہمیت حاصل ہو گئی ہے اس سے پہلے کبھی بھی اس قدر حاصل نہ تھی، بلاشبہ آج انسانی ذہن پر جو رجحان سب سے قوی اور غالب ہے وہ معاشی رجحان ہے، گویا سمجھ لیا گیا ہے کہ معاشی پہلو کی درستگی پر زندگی کے باقی سب پہلوؤں کی درستگی کا دارومدار ہے،

---

[29] ۔سورۃ البقرہ:۲:۲۰۰

[30] ۔عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القران، ادراہ المعارف، کراچی، ۱۹۸۷ء، ج:۱، ص:۴۹۲

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

لہذا اس پہلو کو اولین اور بنیادی اہمیت دی گئی ہے، کہ "آج کسی نظام حیات کے اچھے یا برے اور قابل قبول یا قابل رد ہوئے کا معیار اس کا معاشی ضابطہ اور اقتصادی لائحہ عمل بن کر رہ گیا ہے، جس کا معاشی ضابطہ اور اقتصادی نظریہ اچھا اور اطمینان بخش نہ ہو، خواہ دوسرے پہلوؤں سے اس کے اندر کتنی ہی خوبیاں اور اچھائیاں کیوں نہ موجود ہوں۔"[31]

مولانا محمود صاحب معاشیات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معاش اور ذرائع معاش کا حصول انسان کی ناگریز ضروریات ہے، اس کے بغیر زندگی کا پہیہ حرکت بھی نہیں کر سکتا، عہد حاضر میں معیشت میں دینوی تعمیر و ترقی اور کائنات کی رنگ و بو میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، دور حاضر میں دنیا کے تمام ممالک کی ترجیحات اور انسانی زندگی کے تمام دائرے اقتصادیات و معاشیات کے گرد گھوم رہے ہیں، آج زمانہ سے نہ صرف گزر رہے ہیں بلکہ یہ زمانہ معیشت کی ضرورت و ترقی کے عروج اور معیشت کی بنیادی انسانی ترجیح ہونے کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں بھی کئی ممالک معاشی ترقی اور اقتصادی بالادستی کے حصول کی جدوجہد ہے، امریکہ برطانیہ جاپان جرمنی روس چین اور ایشائی ممالک میں تجارت کے فروغ اور صنعت خانوں کی بہتات اسی معاشی ضرورت کی عکاسی کرتا ہے۔"[32]

مولانا محمد تقی امینی معیشت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے دعوی کرتے ہیں کہ:

"جب تک ایک شخص کی معاشی حالت درست نہ ہوگی تو ان کی عملی زندگی بھی درست نہیں ہو سکتی اور اگر وعظ و نصیحت کے ذریعہ اس کی عملی زندگی سدھاری بھی جائے تو معاشی بدحالی اسے مستحکم نہیں رہنے دی گی بسا اوقات انسان پر معاشی حالات کا دباؤ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ جب تک اس کا لحاظ نہ کیا جائے۔"33

[31]۔ مولانا محمد طاسین، مروجہ نظام زمین داری اور اسلام، ص:9
[32]۔ مولانا محمود الحسینی ششماہی، الاقتصاد، دسمبر 2012، ص:91
[33]۔ محمد تقی امینی، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت، ص:64

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

علم معاشیات کاانسانی حیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے حیات انسانی کی بقاء تحفظ کے لئے وسائل معاش کی تلاش،ان کے استعمال،آمد صرف میں توازن قائم رکھنے کے لئے فرد سے لے کر حکومت تک سبھی معاشی نظم کو قائم رکھنے کے پابند ہیں آج کی سریع الرفتار زندگی میں تو علم معاشیات اہم کردارادا کرتاہے،آج اقوام کو زبردست کرنے کے لیئے اسلحہ کے استعمال سے کہیں زیادہ معاشی طور پر قوموں اور ملکوں کو مفلوج کر کے ان کے اقتدار کے ایوانوں میں اپنی پالیسیوں کے پہرے بٹھاوئے جاتے ہیں اور یوں بظاہر آزاد مگر محکوم اقوام،پتلی تماشابن جاتی ہیں۔[34]

معاشی استحکام

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک انسان نے اپنی عملی زندگی کی بنیاد جن نظریات پر رکھی وہ دو ہی ہیں:

1۔مادی نظریہ حیات 2۔اخلاقی نظریہ حیات

مادی نظریہ حیات کے مطابق اس کائنات میں انسان کی حیثیت محض ایک حیوانی وجود کی ہے جس کا مقصد اپنی جبلی مادی احتیاجات کی تسکین کے سوا کچھ نہیں ہے۔وہ معاشرتی زندگی میں قواعد وضوابط اور قدار کا جو بھی ڈھانچہ بناتاہے وہ اسی مقصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے ہوتاہے۔اس نظریہ حیات کا فطری اور منطقی تقاضایہ ہے کہ ہر فرد اپنی ذات میں اور اپنی ذات کے لئے زندہ رہے اور زیادہ سے زیادہ لذت وآسائشات نفس کا حصول ہی اس کا قبلہ مقصود بن جائے۔اس فکر سے جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس میں افراد کی جارحانہ خود غرضی، گردن توڑ مسابقت اور بے رحم کشمکش ہر شعبہ زندگی میں سایہ فگن ہوگی۔

اسی نظریہ کی بناپر جاگیر دارانہ نظام سرمایہ دارانہ نظام یا اشتراکی نظام وجود میں آیا اور اسی کا نتیجہ رہاکہ یہ نظام بالادست اور زیردست طبقات میں منقسم رہاہے اس طبقاتی تقسیم نے معاشی ترقی کے ثمرات کو ایک محدود گروہ میں محصور کر کے افراد کو زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم رکھاہے۔اس کے بالکل مخالف نظریہ اخلاقی نظریہ حیات

[34]۔ محمد جنید سہ ماہی فکر و نظر، جنوری مارچ 2001، شمارہ ۳۸، جلد: ۳، ص: 121

ہے کہ یہ تمام کائنات کا مالک و خالق ایل زبردست قسم کی ہستی ہے اور اس کا بنانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان خالق کائنات کی دیئے گئے وسائل سے استفادہ کرے اور انہیں استعمال میں لائے۔اس نظریہ حیات کے مطابق انسان کا وجود صرف حیوانی نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے اندر اس کی حیثیت ایک مالک کائنات کے خلیفہ کی ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کائنات کے مالک پر ایمان و یقین رکھے اس کی اطاعت کرے اور اس کی نازل کی گئی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھے اور تمام انبیاء علیھم السلام کو خالق و مالک تسلیم کرے۔

انسان کی معاشی زندگی کو انصاف اور راستی پر قائم رکھنے کے لئے اسلام نے چند حدود مقرر کر دیئے ہیں تاکہ دولت کی پیدائش،استعمال اور گردش کا سارا نظام انہی خطوط کے چلے جو اس کے لئے کھینچ دیئے گئے ہیں۔تاریخ نے ہمیں مختلف قسم کے معاشی نظام دیئے ہیں مثلا

- سرمایہ دارانظام
- اشتراکی نظام۔
- اسلامی نظام معیشت

(طوالت کے ڈر سے میں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے بارے میں تفصیل نہیں لکھ رہی اور اس کے بارے میں کافی کچھ لکھا جا چکا ہے اس لئے اسلامی معاشی نظام کی بحث پہ اکتفا کیا جا رہا ہے۔)

اسلامی معاشی نظام:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں آباد کیا ہے،اسے خلیفہ بنایا ہے۔اور اسے عقل و شعور کے ساتھ قوت و اختیار اور مالکانہ حقوق سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بھی پیدا کیا ہے مگر نہ تو ان کو عقل و شعور عطا کیا ہے اور نہ حق ملکیت عطا کیا ہے۔حیوانات کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے،جب کہ انسان کو ہر شے کی ملکیت عطا کی گئی ہے،یہاں تک کہ حیوانات کی بھی۔انسان کی عظمت و فضیلت اس کی قوت و قدرت اور آزادی و اختیار سے ظاہر ہوتی ہے۔جس انسان کو حق ملکیت حاصل نہیں ہے اسے آزادی بھی حاصل نہیں ہے۔اس کے ارادہ،اختیار اور قدرت میں کمی ہے۔گویا حق

ملکیت انسان کی آزادی کی علامت ہے اور حق ملکیت سے محرومی غلامی کی علامت ہے۔اسی نکتے کو قرآنِ پاک میں اس طرح مثال دے کر سمجھایا گیا ہے:

ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلاً عَبۡداً مَّمۡلُوكاً لَّا يَقۡدِرُ عَلَىٰ شَيۡءٍ وَمَن رَّزَقۡنَٰهُ مِنَّا رِزۡقاً حَسَناً فَهُوَ يُنفِقُ مِنۡهُ سِرّاً وَجَهۡراً هَلۡ يَسۡتَوُۥنَ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ[35]

ترجمہ: اللہ نے غلام بندے کی مثال دی ہے جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور اس بندے کی مثال دی ہے جس کو ہم نے اچھا رزق عطا کیا ہے، تو وہ اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتا ہے۔کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ الحمد للہ مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے بنائی ہے اور انسان کے لیے اس میں منافع اور برکتیں رکھی ہیں۔ انسانوں کو اپنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست سے کام لے کر آزادانہ تصرف کرنے کی سہولت فراہم کی ہے۔رزق کے وسائل اور معیشت کے ذرائع اس زمین میں کثرت سے پیدا کیے ہیں اور انسانوں کو اپنی لیاقت اور محنت سے ان کو کام میں لانے کی دعوت دی ہے اور اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ط وَاِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ[36]

"اور اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو پست بنا دیا، چلو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کا رزق اور اسی کی طرف مرنے کے بعد اُٹھ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کے وسائل پر کسی خاص خاندان، گروہ اور قوم کا حق نہیں رکھا ہے، بلکہ ان کو تمام انسانوں کے استفادے کے لیے بنایا ہے۔ارشاد فرمایا کہ:

35 النحل ١٦:٧٥

36 الملک ١٥:٦٧

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔[37]

اور اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

کوئی بھی شخص اپنی صلاحیت اور محنت سے ان کو بروئے کار لا سکتا ہے اور ان سے استفادہ بھی کر سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو انفرادی ملکیت کا حق بھی دیا ہے اور اس میں تصرف کی آزادی بھی بخشی ہے۔اسی کے ساتھ بعض بنیادی چیزوں کو تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت بھی قرار دیا ہے، جن میں ہوا، پانی، روشنی، آگ اور گھاس وغیرہ شامل ہیں۔معاشیات کے اسی نکتے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سمجھایا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ ٱللَّهُ ٱلرِّزْقَ لِعِبَادِهِۦ لَبَغَوْاْ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَـٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ إِنَّهُۥ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرٌۢ بَصِيرٌ[38]

اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے وسائل رزق کی فراوانی کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، لیکن اللہ جتنا چاہتا ہے اندازے سے نازل کرتا ہے۔وہ اپنے بندے کے احوال پر نظر رکھتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ[39]

ترجمہ:اور بے شک ہم نے زمین میں تم کو رہنے کی جگہ دی اور ہم نے اس میں سامانِ زندگی پیدا کیا تم لوگ بہت کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا[40]

دنیاوی زندگی میں ہم نے ان کے درمیان (اسباب) معیشت تقسیم کر دیئے ہیں۔

[37] (البقرہ ۲:۲۹)
[38] الشوریٰ ۴۲:۲۷
[39] اعراف ۷:۱۰
[40] الزخرف 43:32

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

اللہ تعالٰی نے وسائل رزق کی فراوانی کے ساتھ انسانوں کو محنت و عمل کی آزادی بھی بخشی ہے۔کوئی بھی شخص اپنی مرضی اور ارادے سے حلال رزق کا کوئی بھی ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔کوئی بھی پیشہ پسند کر سکتا ہے اور کوئی بھی میدانِ عمل منتخب کر سکتا ہے۔اس پر کوئی پابندی نہیں ہے،بلکہ اللہ تعالٰی نے مومن بندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی عبادت بجالانے کے ساتھ حلال رزق کی جدوجہد میں اپنا وقت لگائیں۔اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔[41]

پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل،یعنی رزق تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو،شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

معاشی اصول وضوابط:

اسی لیے اسلام نے بے قید معاشی آزادی کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ایسی تجارت کو پسند نہیں کیا جو دوسرے کے نقصان یا استحصال کا ذریعہ ہو۔دوسروں کی آزادی میں مخل ہو،اور دوسروں کے نفع و نقصان پر اثر انداز ہو۔چنانچہ اسلام نے معاشی آزادی کے ساتھ کچھ اصول وضوابط بھی مقرر کیے تاکہ یہ آزادی استعمار اور استحصال کا موجب نہ بن جائے۔ان اصولوں کی وجہ سے فرد کی معاشی آزادی کا تحفظ بھی ہوتا ہے اور عام انسانوں کو راحت اور سکون بھی ملتا ہے۔اگر آزادی کے نام پر ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو معاشرے میں وہی تباہی آئے گی جو قارون اور ہامان اور فرعون کے زمانے میں آئی تھی۔

1۔پہلا اصول یہ ہے کہ تجارت اور مالی لین دین عادلانہ طریقوں اور باہمی رضامندی سے کیا جائے،زور زبردستی اور جبر و اکراہ سے کسی کا مال نہ حاصل کیا جائے۔کسی کے مال اور جایداد پر حیلہ اور تدبیر سے قبضہ نہ کیا جائے۔اللہ تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے:

[41] الجمعہ ۶۲:۱۰

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [42]

اور نہ کھاایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے اِلا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

اسی لیے اسلام نے چوری، ڈاکازنی، جوا، لاٹری وغیرہ کے ذریعے حاصل کیے ہوئے مال کو انسان کی ملکیت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ کیوں کہ یہ باطل طریقے سے مال کمانا ہے۔

2۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ تجارت میں شفافیت اور ایمان داری ہو دھوکا دہی نہ ہو اور نہ کسی فریق کا نقصان ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ [43]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ غرر ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں ہر طرح کی دھوکے بازیاں، مال مجہول اور تجار تیجبل سازیاں شامل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا [44] جو دھوکا دے گا وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔ تجارت اور کاروبار کی آزادی اس بات سے جڑی ہوئی ہے کہ کسی فریق کا نقصان نہ ہو اور اس کی حکمت یہ ہے:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ، [45] ''نہ تو نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ''۔

یہی اسلامی معیشت کی روح اور جان ہے اور یہی نظام عدل واحسان ہے۔ اگر کسی فریق کے تجارتی فائدے میں دوسرے فریق کا نقصان ہو تو اس کاروبار کو عادلانہ نہیں کہا جا سکتا اور ایسی آزادی کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

3۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ ایک مسلمان کو صرف انہی اشیا کی تجارت کی آزادی ہے جو حلال اور پاک ہیں۔ حرام اور ناپاک چیزوں کی تجارت کی آزادی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[42] النساء ۴:۲۹

[43] سنن الترمذی، ابواب البیوع

[44] سنن ترمذی۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: 284

[45] ابن ماجہ، رواہ ابی سعید الخدری، زاد الخطیب، ج3، صفحہ 449

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔[46]

جو پاکیزہ حلال رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ایک مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ سور، شراب، مردار اور خون کی تجارت کرے، یا بدکاری اور فحش چیزوں کا دھندا کرے، یا سودی لین دین کرے۔ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ اللہ کی نظر میں ناپاک ہیں اور پاکیزہ عقیدے کے حاملین کو ناپاک اشیا کی تجارت زیب نہیں دیتی۔ اس کے مقابلے میں پاک چیزوں کی تجارت کا وسیع میدان موجود ہے۔

4۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ ایسی تجارت اور لین دین سے گریز کیا جائے جس میں فریقین میں جھگڑا اور تصادم ہو۔ اسی لیے شریعت نے تجارت کی شرطوں اور طریقوں کو وضاحت سے بیان کرنے اور اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ ایسی تجارت اور کاروبار جس میں تنازع ہو، فتنہ وفساد ہو کوئی خیر وبرکت نہیں ہے۔ اگر بیچنے اور خریدنے والے میں تنازع ہو جائے تو بات بیچنے والے کی تسلیم کی جائے گی، خریدنے والے کو معاملہ ختم کرنے کا حق ہے۔

5۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ فرد اور سماج کی ضرورت اور مجبوری کا استحصال نہ کیا جائے۔ کسی آجر کے کام میں کمی نہ کی جائے اور کسی مزدور کی اُجرت اس کی محنت سے کم نہ دی جائے۔ سماج میں اگر خورد ونوش کی اشیا کی قلت ہو تو گوداموں میں مال جمع کر کے نہ رکھا جائے تاکہ قیمت تناسب سے بڑھ جائے اور گراں قیمت وصول کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان خورد ونوش کی قلت کے وقت سامان جمع کر کے رکھنے والوں کو گنہگار قرار دیا ہے۔ لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ، ''صرف گنہگار ہی احتکار کرتا ہے۔

6۔ چھٹا اصول یہ ہے کہ تجارت تو کی جائے مگر سودی لین دین سے گریز کیا جائے۔ سود بھی اصلاً معاشی استحصال کی ایک شکل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

---

[46] المائدہ ۵:۸۸

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

يَآ أَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَآ أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[47]

اے مومنو! مت کھاؤ سود بڑھا چڑھا کر۔اللہ سے ڈرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسلام نے اس طرح کی متعدد شرطوں اور حدوں کا تعین کیا ہے، جن پر عمل کر کے انسانی معاشرے کو فساد سے اور بدامنی سے بچایا جاسکتا ہے اور معاشی آزادی کو بامعنی بنایا جاسکتا ہے۔

اسلام کے معاشی نظریات:

- اسلام ایک ایسا معاشی نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس سے نسلِ انسانی کے افراد کی حاجات اور ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے اور معاشیات کو دولت مندوں کے لئے مسابقت کا میدان نہیں بناتا بلکہ معاشیات کے وسائل کی افادیت کو عام کرنا چاہتا ہے۔
- اسلام احتکار اور اکتناز کو حرام کرتا ہے دولت کو اپنے لئے مخصوص کرنا اور خزانہ بنانے کو منع کرتا ہے۔
- اسلام دولت مندوں کی دولت میں صدقاتِ واجبہ کے علاوہ اربابِ ضرورت کے لئے حقوق قائم کرتا ہے۔
- اسلام کی تعلیمات کی رو سے دولت جمع کرنے اور خزانہ بنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ دولت جائز طریق پر صرف کرنے اور انفاق کے لئے ہے اس لئے دولت جائز طریق پر صرف کرنے اور انفاق کے لئے ہے اس لئے اسلام دولت کے انفاق پر بار بار اصرار اور اصرار کرتا ہے۔
- اسلام نسلِ انسانی کے تمام افراد کی معیشت کو زمین میں ودیعت بتلاتا ہے مگر اس کے ساتھ کسی انسانی فرد کے لئے اس کی معیشت کا حصہ اس میں محدود اور متعین نہیں کرتا۔اس لئے نسلِ انسانی کے تمام افراد کو زمین سے اسلام و معیشت کا مساوی حق دیتا ہے۔اسلام انسانی افراد کو زمین کار آمد بنانے اور آبادکاری پر اس لئے مامور کرتا ہے زمین کے کار آمد

---

[47] آل عمران ۱۳۰:۳

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

بنانے اور استفادہ کرنے والے کو اور زیادہ حق دیتا ہے اس لئے اسلام اراضی سے متعلق اسے احکام دیتا ہے جن میں اسلام کے معاشی نظریات کا نظام قائم اور محفوظ ہو سکتا ہے۔

ملکی معاشی استحکام کے لئے حکمت عملی سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

ملکی معاشی استحکام کے لیے سیرت طیبہ ﷺ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہاں سے بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ جو ذیل میں نکات کی صورت میں ترتیب وار درج کی جارہی ہے:

1۔مال خیر ہے: قرآن کی متعدد آیات میں مال کو لفظ خیر اور فضل سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس کی وجہ اس کا وسیلہ خیر و بھلائی ہونا ہے اور جن آیات اور احادیث نبوی میں مال کی تحقیر اور مذمت کا پہلو ہے تو وہ اس پہلو سے ہے کہ مال ذریعہ شر و فساد بنتا ہے۔ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں "صالح آدمی کے لیے صالح مال بہت اچھی چیز ہے۔" ایک حدیث کا مضمون ہے کہ اگر دنیاوی مال کی قدر منزلت اللہ کے نزدیک مکھی مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو وہ کافروں کو ہر گز نہ دیتا اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ فِي الْكَلَاءِ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ[48]

تین چیزوں میں تمام مسلمان شریک ہیں: گھاس، پانی، اور آگ میں" مزید فرمایا:

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَٱسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا[49]

اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تعمیر و ترقی تم پر ضروری قرار دیا۔

محنت کو لازمی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ[50]

---

48 سنن ابن ماجہ ،حدیث: 2472
49 سورہ ھود 11:61
50 سنن ابوداؤد، کتاب البیوع

بہترین کمائی وہ ہے جو محنت کش اپنے ہاتھ سے کماتا ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہ ہو۔

ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو یہ سوچ کر گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے کہ میری روزی خود بخود میرے پاس پہنچ جائے گی۔اس کے لیے مجھے محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل ہے۔اسے معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ رُمْحِيْ[51] اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ[52] "اللہ کے پاس رزق تلاش کرو"۔

2۔معاشی استحکام میں بیت المال یا سرکاری خزانہ کا کردار: نبی کریم ﷺ نے معیشت کے استحکام کے لئے بیت المال یا سرکاری خزانہ قائم تھا جس سے آپ مال کی تقسیم کیا کرتے تھے۔"بیت المال یا سرکاری خزانہ دراصل اس عمارت یا چار دیواری ہی کا نام نہیں جہاں سرکاری خزانہ رقوم فنڈز اکٹھے کئے جاتے ہیں بلکہ اس پورے نظام یا پالیسی کا نام ہے جس پر مالیاتی نظام کا پورا ڈھانچہ اٹھایا جاتا ہے"[53] اگرچہ آنحضرت ﷺ کے دور میں بیت المال ک لئے کوئی عمارت مختص نہ تھی اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق قابل توجہ ہے وہ فرماتے ہیں "مسجد نبوی ﷺ سے متصل ایک کمرہ تھا جس کی کڑی نگرانی بھی کی جاتی تھی اس میں سرکاری اموال اور اجناس اکٹھے رکھے جاتے تھے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کی نگرانی کرتے تھے یہ پہلا بیت المال تھا اور حضرت بلال اس کے پہلے وزیر مالیات تھے"۔[54] اس کی تائید ابن جوزیہ نے بھی کی ہے۔"کان بلال علی نفقاتہ"[55] حضرت بلال رضی اللہ

---

[51] فتح الباری ج ۱۱، ص ۲۰۳

[52] مقدمہ، ص ۴۶۲

[53] پروفیسر، ڈاکٹر، غفاری، نور محمد، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور 1999، ص 232

[54] ڈاکٹر، حمید اللہ، خطبات بھاولپور، پہلا ایڈیشن، ص 183

[55] ابن قیم، جوزیہ، زاد المعاد، ج 1، ص 23

عنہ آپ کے اخراجات کے نگران تھے۔آپ ﷺ کے عہد مبارکہ میں اسلامی ذرائع آمدن بیت المال کے یہ تھے:

1۔زکوۃ،2۔جزیہ،3۔غنائم خمس،4۔صدقاتِ نافلہ اور ہنگامی چندہ،5۔قرضِ حسنہ،6۔اوقاف،7۔مالِ فئی۔

3۔تجارت کا فروغ ترقی کا ایک اہم ترین ذریعہ: تجارت ہے اللہ تعالی نے جو انسان کو جائز رزق عطا فرمایا اس کے دس میں سے نو حصے تجارت کے ذریعے عطا فرمائے ہیں"تسعة اعشارِ الرزق فی التجارة[56] تجارت میں محض روایتی تجارت،یعنی سادہ کاروبار ہی شامل نہیں ہے بلکہ وہ سر گرمی بھی شامل ہے جس میں انسان اپنی ذاتی محنت سے روزی حاصل کرتا ہے۔اس میں صنعت بھی شامل ہے،دستکاری بھی اور وہ تمام معاملات شامل ہیں جو انسان شوق اور جذبے سے کرتا ہے۔آپؐ خود حضرت خدیجہ کا سامان تجارت لے کر گئے اور ایک مثالی تاجر کی حیثیت سے مکہ میں مقام حاصل کیا تھا۔

3۔ذخیرہ اندوزی کی روک تھام: معاشی آزادی کے لیے آزاد تجارت اور فری مارکیٹ بھی ضروری ہے۔ حکومت کنٹرول ریٹ پر غلہ اور اشیائے خورد ونوش تو فراہم کر سکتی ہے مگر آزادانہ تجارت پر پابندی عائد نہیں کر سکتی۔ لوگ جس طرح چاہیں کاروبار کریں،جیسے چاہیں لین دین کریں،اس میں مداخلت کرنے کا جواز نہیں۔حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چیزوں کی قیمتیں مہنگی ہو گئیں۔لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بازار کی اشیا کا بھاؤ مقرر کرنے کی درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ[57]

---

[56] المطالب العالیہ،ابن حجر،کتاب البیوع،باب الزجر عن الغش،حدیث 1480/کنز العمال،الفصل الثالث،فی لانواع الکسب،حدیث 9342:

[57] سنن ابی داوٗد،کتاب البیوع

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

بے شک نرخ مقرر کرنے والا اللہ ہے، وہی روزی تنگ کرتا ہے، وہی روزی کشادہ کرتا ہے، اور وہی روزی مہیا کرتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی جانی یا مالی زیادتی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ اگر چاہتے تو بازاری اشیا کی قیمت متعین کر سکتے تھے اور لوگ آپؐ کی مقرر کردہ قیمتوں کو بخوشی قبول بھی کر لیتے۔ پھر بھی آپؐ نے آزادیِ تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے مداخلت نہیں فرمائی، بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا کہ وہی حالات سازگار کرنے والا ہے۔ وہی حالات تنگ کرنے والا ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں انسانی قلوب اور ذہن ہیں۔

7۔ آزادانہ تجارت: اسلام نے معاشی آزادی کے لیے کاروبار کی آزادی کو یقینی بنایا ہے۔ آزادانہ تجارت اور لین دین کی رکاوٹوں کو دُور کرنے پر زور دیا ہے، اور ایسے طور طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے جو آزادانہ تجارت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال لے کر نہ بیچے (دلالی نہ کرے)۔ لوگوں کو چھوڑ دو کہ وہ خود سے کاروبار کریں۔ اللہ بعض کو بعض کے ذریعے رزق دیتا ہے۔[58]

غرض یہ کہ اسلام نے آزادانہ تجارت کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ کیوں کہ اس سے تمدن کی ترقی اور سماج کی خوش حالی جڑی ہوئی ہے۔ جب کبھی آزادانہ معیشت پر قدغن لگایا جائے گا اور عوام کو معاشی جبر میں مبتلا کیا جائے گا تو ملک میں بدامنی پھیلے گی اور حکمران کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکیں گے۔ معاشی جبر انسان کے ایمان و اخلاق کو بھی برباد کرتا ہے اور ملک میں برائی اور فساد کا بھی ذریعہ ہے معاشی جبر جس طرح انسان کو فساد میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی طرح معاشی وسائل کی کثرت اور دولت کی فراوانی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔

[58] سنن ابن ماجہ

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

حکمران طبقے کے ساتھ بالعموم یہی ہوتا ہے۔ان کی تعیش پسند زندگی ان کو انجام سے بے خبر کر دیتی ہے اور ان کی نگاہو ں پر پردے ڈال دیتی ہے۔

8۔نئے بازاروں کا قیام: ہجرت کے بعد آپ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی اور اپنا گھر بنانے سے پہلے سوق المد ینہ (مدینہ مارکیٹ) قائم کی اور تجارت پر یہودیوں کی اجارہ داری و استحصال کے خلاف عملی اقدام کرکے گویا اس بات کا اعلان کیا کہ معاشرے کی خوش حالی کے لئے رزقِ حلال کی طلب اور معاشی سرگرمی میں حصہ داری ضروری ہے ۔آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَجَالِبُ اِلیٰ سُوقِنَا کَالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ الله [59]

جو ہماری مارکیٹ میں خرید و فروخت کرے گا وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔

9۔جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت: آپؐ نے تاجروں کو نصیحت فرمائی "اے تاجروں تم لین دین کے و قت بہت زیادہ قسمیں کھاتے ہو اس لئے صدقہ کیا کرو تاکہ تمہاری معافی ہو"[60]

ایچ عبدالرقیب، سیرت النبی کا ایک گوشہ، مدینہ مارکیٹ اپنے آرٹیکل میں رقمطراز ہیں "مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کا مشغلہ کیا تھا؟ کچھ صحابہ اصحابِ صفہ میں سے تھے اور رسولِ اکرم ﷺ سے فیض یاب ہوتے تھے، لیکن اکثر مہاجرین بازاروں میں مشغول اور انصار کھیتوں میں کام کرتے تھے عشرہ مبشرہ میں سے تمام ہی اصحاب تاجر پیشہ تھے"[61]

10۔تاجرانہ اصولوں پر شدت سے عمل: جب تاجروں نے دیکھا کہ مارکیٹ اچھی ہے اور کاروبار بھی زور وں پر ہے تو چند ایک نے اپنی متعین جگہوں پر خیمہ لگانے اور مارکیٹ کی احاطہ بندی کی کوشش کی ایسے ہی ایک تاجر

---

[59] المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، حدیث:2109

[60] سنن نسائی، کتاب البیوع، حدیث:5853

[61] ایچ عبدالرقیب۔ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، جون 2021،ص26

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

نے مارکیٹ میں مستقل خیمہ لگایا تو آپؐ نے حکم دیا کہ "اسے جلادیا جائے۔[62] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے تاجرانہ اصولوں پر کس قدر شدت سے عمل کروایا۔اس طرح مدینہ مارکیٹ میں خرید وفروخت کا اچھا مرکز بن گیا۔ اجارہ داری اور استحصال سے پاک اور ٹیکس کے نہ ہونے کی وجہ سے قیمتوں میں کمی اور کاروبار میں آسانی کی وجہ سے یہودیوں کا بازار سرد پڑنے لگا،اور وہ خود مجبور ہوئے کہ مدینہ مارکیٹ کی طرف آئیں اور خرید وفروخت کریں۔

11۔بازار کی نگرانی کا انتظام: حضرت شعیبؑ کی قوم کے تمرد اور طغیان کی بعض بداعمالیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم عہد سے ایسے طبقہ ضرور موجود رہا ہے کہ دولت اور تمول کے باوجود بھی مسلسل ترقی اور اضافہ کی خواہش رکھتا تھا اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے اور سودہ بازی کی پر اس طبقہ کو معاشرہ قائم اور تمام انسانی آبادی کو افلاس اور احتیاج میں الجھانا اس طبقہ کا بنیادی مقصد تھا۔

12۔ناپ تول کو پورا دو: حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی کی دعوت کے ساتھ ساتھ معاشی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "اے میری قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے نہ گھٹا کر ولوگوں کو ان کی چیزیں اور مت مچاؤ زمین میں فساد اس قوم میں ظلم وعدوان کا جو رواج اور دستور تھا اس کی اصلاح کا حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کا امر فرمایا اور کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف کرنے کی ممانعت فرمائی قوم نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ تیری نماز تجھ کو یہ امر کرتی ہے کہ ہم چھوڑدیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادا یا کچھ ہم اپنے اموال چاہتے ہیں کرنا چاہتے ہیں کرنا چھوڑدیں[63]

حضرت شعیب نے کاروبار میں نفع کمانے سے نہیں روکا بلکہ آپ نے ان کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ تمہارے کاروبار میں حلال طریقہ سے تھوڑا سا نفع بھی بہتر ہے اس سے زیادہ نفع سے جو حرام طریقے سے حاصل

[62] کتاب الوفا، باخبار دارالمصطفےٰ، ص:540

[63] سورہ ہود

کیا جائے لیکن ان کی قوم نے ان کی بات نہیں مانی اور انہوں نے اس کا جواب دینے میں یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ مال میں حلال اور حرام کی پابندی سے آزاد ہیں۔

13۔ **جاگیرداری:** رسول اکرم ﷺ نے خلفاءِ راشدین نے انصار اور مہاجرین اور دوسرے حضرات کو جاگیر کے کچھ رقبے دیئے جن سے وہ اپنی سادہ زندگی کی گذر بسر کر لیا کرتے تھے لیکن کچھ اراضی دینے کا ہر گز نہیں تھا کہ ان کے قبضے میں دیہات اور رقبے کے رقبے افراد کے قبضہ میں دے دیئے جائیں۔

14۔ **معاشی ضروریات سے زائد اراضی:** زمین کو بنیادی وسائل میں سب سے اہم وسیلہ اللہ تعالی نے عطا کیا ہے اور نسانی معیشت کو اسی پر قائم کر دیا اور نسل انسانی کے ایک ایک فرد کے لئے زمین سے اس کی معیشت کی کوئی خاص حد متعین اور مقرر نہیں کی گئی ہے اس لئے نسلِ انسانی کے ہر فرد کو زمین میں معیشت لینے کا حق دیا گیا ہے جس قدر اس کو ضرورت ہے اور جو اس کی ضرورت سے زائد زمین ہے اس سے کسی فرد کو استفادہ سے روکنے کا حق حاصل نہیں بلکہ جس قدر رقبہ اسے خود کاشت کی صورت میں استفادہ کیا جا سکتا ہے اس سے زائد رقبہ اپنے قبضہ میں نہیں رکھا جائیگا اور کسی ایسے کو مفت استفادہ کے لئے دیا جائیگا کہ اسکے معاش کی کفالت کرے۔

"حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کے پاس ضرورت سے زیادہ زمینیں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زائد زمین ہے بس اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے بھائی کو عطیہ میں دیدے ورنہ اس کو خالی از کاشت روکے۔[64]

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کو زمین میں بسنے کی جگہ دی اور زمین میں اس کے لئے روزی مقرر کی اس کی تفسیر یہی ہے کہ زمین سے معاش حاصل کرنے کا سب کو یکساں حق حاصل ہے۔

15۔ **سود سے پاک معیشت:** سورہ البقرہ میں حرمتِ سود کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا"[65] اور اللہ نے بیع یعنی تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے"۔ یہ صرف ایک عام حکم نہیں تھا اس احکامِ الٰہی

[64] صحیح مسلم، باب کراء الارض

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

نے معیشت کو اٹھا دیا اور سود کا مٹھ مار دیا۔ یہ ایک نظامِ معاشی اخلاق تھا۔ اس لئے آپؐ کے عاملین صدقات میں اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی ٹیم ہوتی تھی۔ جن میں امانت و دیانت، احساسِ ذمہ داری اور اعلی درجی کی صلاحیتیں ہوتی تھیں اور ان کا انتخاب فرما کر مختلف قبیلوں کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ زکوۃ کی وصولی کے لئے چار شعبوں پر مشتمل ایک نظم قائم کیا۔

- عمال الصدقات یا عاملین صدقات، یہ زکوۃ وصول کرنے والے افسران ہوتے تھے۔
- کاتبین صدقات، یعنی حساب کتاب کے انچارج۔
- خارصین، یعنی باغات میں پھلوں کی پیداوار کا تخمینہ لگانے والے۔
- عمال علی الحمٰی، یعنی مویشیوں کی چراگاہ سے محصول وصول کرنے والے۔

"مالی نظام کا باقاعدہ حساب کا شعبہ حضرت زبیر بن عوام کے سپرد تھا ان کی غیر موجودگی میں حضرت جہیم بن صلت اور حذیفہ بن یمان صدقات کی آمدنی کے ذمہ دار تھے۔ عہدِ نبویؐ میں خارصین Estimators پیداوار کا تخمینہ لگانے والے اصحاب بھی موجود تھے خود نبی کریمؐ ایک ماہر خراص تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا شمار بھی انہی میں سے ہوتا تھا۔ اسی طرح مویشیوں کی چراگاہوں سے وصول یابی کے لئے بھی عمال مقرر تھے۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں بھی ایک اجتماعی نظامِ زکوۃ کی تفصیلات موجود ہیں عمر بن عبدالعزیز کے دور میں جب زکوۃ و صدقات کی رقم لینے والا کوئی موجود نہ تھا تو آپ نے یہ فرمان جاری کر دیا کہ اس رقم سے غلام خرید کر آزاد کرو ، شاہراہوں پہ مسافروں کے لئے آرام گاہیں تعمیر کرو اور ان نوجوان مرد و عورتوں کی مالی امداد کرو جن کا نکاح نہیں ہوا۔[66] آج خود ہمارے ملکوں کے چند شہروں میں زکوۃ کا اجتماعی نظام چھوٹے بڑے پیمانے پر متحرک ہے۔ اب جب کہ دنیا نے زکوۃ کے نظام کو گلوبل منصوبے کے تحت تسلیم کر لیا ہے۔ 2015 کے منصوبے میں ایک عالمی منصوبہ

---

[65] سورۃ البقرہ:275
[66] ایچ رقیب ،ایضا،ص 25

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 202 || P. 46-80

SDG, ہزاریہ ترقی کا منصوبہ بنایا گیا جس کے اہداف میں غربت کا خاتمہ، صحت، تعلیم، صاف پینے کے پانی کی فراہمی، صحت و صفائی، ماحولیات کی حفاظت وغیرہ شامل ہے۔

معاشی ترقی کے لیے مطلوب حکمت عملی:

پروفیسر خورشید احمد اپنے کالم اشارات میں رقمطراز ہیں: "ترقی کے تصور کا بحران ایک اہم مسئلہ ہے لیکن صرف یہی ایک پہلو نہیں ہے۔ اس بند گلی سے نکلنے کے بنیادی راستہ یہ ہے کہ ترقی کے لئے روایتی مثالیے کو تبدیل کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ اہم مسائل بھی ہیں جنھیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا"[67]۔

1۔ معاشی استحکام کے لئے حقیقی منصوبہ بندی کے لئے اور کامیاب اقتصادی پالیسی کے لئے لازمی شرط ایک مناسب تصوراتی ڈھانچہ ہے اور اقتصادی ماہرین کے درست ذہنی رویہ ہیں اور قابل اعتماد، اعداد و شمار کی فراہمی، فنی مہارت اور فیصلہ سازی کے مناسب نظام، پالیسی پر عملدرآمد، بروقت نگرانی کے بندوبست اور ناکامی، کوتاہی اور غلطی کے نتیجے میں درستی کے عمل سے ہے۔

2۔ معاشی استحکام و ترقی کے لئے پلاننگ کمیشن کی تعمیر نو کمیشن کا کردار واضح ہو نیز ریاست کو مارکیٹ اکانومی کے متوازن بنانے میں فعال اور مثبت کردار ادا کرنا چاہیئے۔ افسر شاہی کی بے جا مداخلت، سست روی، رشوت ستانی اور سیاسی کھیل کا آلہ کار نہ بن سکے۔

3۔ کونسل آف اکنامکس ایڈوائزر کے وفاقی اور صوبائی سطح پر قائم کرنا۔

4۔ عوامی، نجی اور عوام اور حکومت کے مابین شراکت داری ہو یہی رویہ معاشی استحکام کے لئے ضروری ہے۔

5۔ وفاق اور صوبوں کے باہمی اختلاف کو ختم کرنا بھی ضروری ہے۔

---

[67] پروفیسر، احمد، خورشید، اشارات، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، جون 2022، ص 7

6۔ملک کے اندر عارضی اور قلیل مدت کے لئے منصوبہ اور پالیسی سازی کے کلچر کا مسلط رہنا بھی ایک چیلنج ہے۔درمیانی اور طویل مدت منصوبہ بندی کی جائے جس کو مسلسل نظرانداز کیا جارہاہے خصوصاًجو منصوبے سیاسی انتشار کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں اس کا بھی زبردست اثر ملکی معیشت پہ پڑرہاہے سرمایہ ڈوب رہاہے اور کرپشن بھی اس میں ایک اہم وجہ ہے۔

7۔معاشی استحکام اسی وقت ممکن ہے جب پیداوار سیکٹرز میں توسیع ہورہی ہو پیداوار میں مسلسل اضافہ ہو رہاہو ملکی بچت اور سرمایہ کاری پر زیادہ انحصار ہو،

انفراسٹرکچر میں مناسب سرمایہ کاری کی جائے اور ملکی پیداوار کو بیرون ملک فروخت کیا جائے۔

پروفیسر خورشید صاحب لکھتے ہیں: پاکستان کی تجارت ادائیگی میں عدم توازن،مالیاتی خسارہ،قرض کا بڑھتا ہوا بوجھ اور افراطِ زر کا دباؤ،نظام میں شدید بگاڑ اور کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

8۔سماجی شعبوں کی ترقی ملک کی خوش حالی کی عکاس ہوتی ہے تعلیم،صحت،خوراک،مہارت کا فروغ اور انصاف کی فراہمی صحت منداور پائیدار ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔

9۔معاشی استحکام کے کے لئے ملکی خودانحصاری پروگرامات کا تعین کرناچاہئے جن میں فہم ودانش،سیاسی ،اقتصادی،ٹیکنالوجی اور ثقافتی پہلو شامل ہیں بیرونی قرضوں کا حصول خودانحصاری سے مطابقت نہیں رکھتا۔

10۔بیرون ملک سے آنے والی ترسیلات ایک بہت قیمتی مالیاتی سرمایہ ہے جو بدقسمتی سے بڑی حد تک روز مرہ کا مصرف کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔حالانکہ ان کا ایک قابلِ ذکر حصہ سرمایہ کاری کے لئے استعمال ہوناچاہئے،تاکہ بیرونِ ملک کام کرنے والوں اوران کے خاندان کے لئے ایک اہم مستقل آمدنی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

11۔عوام کا معاشی اور سیاسی عمل میں شرکت ایک فیصلہ کن مسئلہ ہے،جسے ترقیاتی مساعی کے ایک لازمی حصے کے طور پر دیکھا جاناچاہئے۔اقتصادی ترقی،آزادی اور جمہوریت پوری طرح مربوط ہیں۔

حاصل کلام:

اسلام کی تمام تعلیمات خواہ وہ ایمانی عقائد سے تعلق ہوں یا عبادات اور اخلاق سے، معاشرت کے متعلق ہو ں یا معیشت سے، سیاست و حکومت سے متعلق ہوں یا تمدن و ثقافت سے، وہ سب آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح مربوط و منظم ہیں، جس طرح کسی کل کے اجزاء مقصد کل کے تحت باہم دیگر مربوط و منظم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان تعلیمات کے مجموعے کو لفظ نظام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ معاشرت، معیشت اور سیاست و حکومت سے متعلق اسلام کی جو عملی تعلیمات ہیں، ان کا تعلق دوسری تعلیمات جو ایمانی عقائد اور دینی عبادات سے گہرا تعلق ہے۔ اس وجہ سے اسلام کا اقتصادی نظام، سرمایادارنہ نظام اور اشتراکی نظام سے ایک علیحدہ شان رکھتا ہے، کیوں کہ مذکورہ دونوں اقتصادی نظام سیکولر ہیں۔ جن کا روحانی اقدار اور وحی ورسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کا مقصد محض انسان کی فلاح بہبود ہے، خواہ وہ کسی طریقہ سے حاصل ہو۔ وہ حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے کسی فلسفہ اور دینی ضابطہ کے قائل اور پابند نہیں ہیں۔

دنیاوی مال و متاع کے متعلق اسلام کا ایک خاص نقطہ نظر اور رویہ ہے اور اسلام کی تعلیمات سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی ان تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ معمولی سے معمولی شکل اور ادنی سے ادنی معیار پر سہی، لیکن ہر فرد کھانے پینے کے لیے غذا، پہنے کے لباس اور رہنے سہنے کے لیے گھر میسر ہو، نیز ہر ایک کے لیے اس کا بھی مناسب موقع ہو۔ اگر وہ اپنی ذاتی ضروریات سے زائد رزق مال اور سامان معاش کمانا یا حاصل کرنا چاہے تو کرسکے۔ کیونکہ جس طرح ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کو اپنی شخصی حیات و بقاء کے لیے ضروری سامان و معاش اور رزق و مال حاصل ہو۔ اس طرح یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے پاس اس کی شخصی ضرورت سے زائد رزق مال ہو تاکہ وہ مصارف خیر میں خرچ کر کے اخلاقی عظمت و برتری اور تقرب الٰہی حاصل کر سکے، جو روحانی سکون و اطمینان کا بڑا ذریعہ ہے۔

ملکی و معاشی استحکام کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم سیرت النبی ﷺ کے اس روشن پہلوؤں کی طرف ہی مائل کریں کے آپؐ کا معاشی اسوہ حسنہ کیا تھا؟ آپؐ کی تعلیمات کے نتیجے میں کیسے تاجر اپنے بھائیوں کا خیال کرتے تھے کہ اگر ساتھ ساتھ دکانیں ہیں اور ایک کا سامان زیادہ فروخت ہو رہا ہے اور دوسرے کا بہت کم فروخت ہوا تو وہ شا

م سے پہلے ہی اپنا سامان سمیٹ کر کہتا ہے کہ اب آگے دوکان سے لے لو مجھے اللہ نے جتنا رزق دیا وہ میرے لئے کافی ہے۔کتنا صبر ،مروت، حوصلہ، فراخ دلی، ایثار یہ عمدہ تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک عورت سونا اچھالتے ہوئے جاتی اس کو کوئی خوف نہ تھا۔

مال کمانا باعث فخر ہے کمائی یا محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے معاشرے کا وہ کارآمد فرد ہے جس سے وہ دسروں کو فائدہ دے رہا ہے مگر دولت کو اپنے اوپر خرچ کے بعد وہ زائد مال خرچ کر رہا ہے خزانے بنا کر نہیں رکھ رہا وہ مال اس کے لئے باعث برکت ہو گا۔مندرجہ ذیل مد آت ہیں جس میں وہ خرچ کر رہا ہے 1۔زکوۃ،2۔جزیہ،3۔غنائم خمس،4۔صدقاتِ نافلہ اور ہنگامی چندہ،5۔قرضِ حسنہ،6۔اوقاف،7۔مالِ فیئ۔یہ مدآت دورِ نبویؐ میں تھی آج ان کی جدید اشکال ہمارے پاس موجود ہیں۔انفاق کی ذمہ داری صرف ایک خاص طبقے کی نہیں ہے یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے۔اسلام میں کیوں کہ سود کی حرمت ہے اور اب دورِ جدید میں ملکی معیشت کے استحکام دینے کے لئے ایسے بینک وجود میں آئے ہیں جو بغیر سود کے کام کر رہے ہیں،اس کو ترجیحا اپنے ملک میں رائج کرنا چاہئے۔

تجاویز و سفارشات:

پاکستان کی پچھتر سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پاکستان اس وقت اپنے انتہائی مشکل نامساعد حالات اور بدترین معاشی وسیاسی صورتحال سے گزر رہا ہے،ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں بہت گہری سنجیدگی کے ساتھ ان حالات سے باہر آنے کے لئے نکلنا ہو گا،اشرافیہ کی بڑھتی ہوئی عیاشیوں، ٹیکس کی بے انتہا بھرمار، بار بار بجٹ کا آنا، روپے کی قدر میں کمی، صنعتوں کا بند ہونا، لاقانونیت، غنڈہ گرد عناصر کا سرگرم ہونا اس نے ملک اور گرین کارڈ کے تشخص کو بہت زیادہ خراب کیا ہے۔اب ہمیں باہم مل کر اس ملک خداداد کو بچانے کے لئے اپنی بھرپور سعی وجہد کو لگانا ہو گا۔نفرت کی فضا کو ختم کرنا ہو گا،مایوس قوم کو جگانے کے لئے ہمیں ایسے اصولوں کو وضع کرنا ہو گا جس سے اس قوم میں جذبے و تحریک ملے پوری دنیا میں نوجوانوں کی تعداد پاکستان میں ہے ہمیں اپنے نوجوانوں کو وہ سب کچھ دینا ہے جو ان کا حق ہے۔

ملکی معیشت کے استحکام کے لئے مندرجہ ذیل تجاویزات کو پیش کرتی ہوں۔

- معاشی استحکام کے لئے حقیقی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے جس میں وہ پورا اقتصادی ڈھانچہ ہو گا جو ماہرین کے درست ذہنی رویہ ہیں اور قابل اعتماد، اعداد و شمار کی فراہمی، فنی مہارت اور فیصلہ سازی کے مناسب نظام، پالیسی پر عملدر آمد، بر وقت نگرانی کے بندوبست اور ناکامی، کوتاہی اور غلطی کے نتیجے میں درستی کے عمل سے ہے۔
- معاشی استحکام و ترقی کے لئے پلاننگ کمیشن کی تعمیر نو کمیشن کا کردار واضح ہو نیز ریاست کو مارکیٹ اکانومی کے متوازن بنانے میں فعال اور مثبت کردار ادا کرنا چاہیئے۔ افسر شاہی کی بے جا مداخلت، سست روی، رشوت ستانی اور سیاسی کھیل کا آلہ کار نہ بن سکے۔
- وفاق اور صوبوں کے باہمی اختلاف کو ختم کرنا بھی ضروری ہے۔
- کونسل آف اکنامکس ایڈوائزر کے وفاقی اور صوبائی سطح پر قائم کرنا۔
- عوامی، نجی اور عوام اور حکومت کے مابین شراکت داری ہو یہی رویہ معاشی استحکام کے لئے ضروری ہے۔
- کرپشن کا خاتمہ بہت ضروری ہے تاکہ قلیل و طویل مدتی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچیں۔ میری یہاں گزارش ہے کہ جو بھی ان منصوبوں کو شروع کر رہا ہے اس کو پایہ تکمیل تک وہ پہنچائے اور جب تک وہ باہر ملک نہ جائے تاکہ بغیر کسی تاخیر کے وہ تمام کام مکمل ہوں۔
- معاشی استحکام اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب پیداوار میں مسلسل اضافہ ہو، ملکی و قومی بچت کی اسکیمیں دی جائیں اور زیادہ تر سرمایہ کاری پہ انحصار ہو اور ملکی پیدوار کو بیرون ملک فروخت کیا جائے۔
- پاکستان کی تجارت ادائیگی میں عدم توازن، مالیاتی خسارہ، قرض کا بڑھتا ہوا بوجھ اور افراطِ زر کا دباؤ، نظام میں شدید بگاڑ اور کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے لئے بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔
- سماجی شعبوں کی ترقی ملک کی خوش حالی کی عکاس ہوتی ہے تعلیم، صحت، خوراک، مہارت کا فروغ اور انصاف کی فراہمی صحت منداور پائیدار ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔
- معاشی استحکام کے کے لئے ملکی خود انحصاری پروگرامات کا تعین کرنا چاہیئے جن میں فہم ودانش، سیاسی، اقتصادی، ٹیکنالوجی اور ثقافتی پہلو شامل ہیں

- بیرون ملک سے آنے والی ترسیلات ایک بہت قیمتی مالیاتی سرمایہ ہے جو بدقسمتی سے بڑی حد تک روزمرہ کا مصرف کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔حالانکہ ان کا ایک قابلِ ذکر حصہ سرمایہ کاری کے لئے استعمال ہونا چاہیئے،تاکہ بیرونِ ملک کام کرنے والوں اوران کے خاندان کے لئے ایک اہم مستقل آمدنی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔
- معاشی استحکام کے لئے اقتصادی ترقی،آزادی اور جمہوریت پوری طرح مربوط ہیں۔تینوں امور پہ یکساں توجہ دی جائے۔
- موجودہ حالات میں مایوس قوم کو حقیقی معاشی خوشحالی دے کر ان کو بے مثال ملت کے طور پر آگے بڑھانا ہی اصل کامیابی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)